



بلوچستان رائیٹرز فورم کی شاندار حلف برداری تقریب اور پروقار مشاعرہ

کوئٹہ: بلوچستان رائیٹرز فورم کے زیر اہتمام پاکستان کالج سرگیاں روڈ کوئٹہ کے ہال میں ایک پروقار تقریب حلف برداری و مشاعرہ منعقد ہوا، جس میں بلوچستان بھر سے شعرا نے کرام، ادیبوں اور مختلف ادبی تنظیموں کے نمائندوں نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

آغا زار نظامی امور

تقریب کا باقاعدہ آغاز سندس کی تلاوت کلام پاک سے ہوا، جس کے بعد ناصر ندیم حیدر عاشق نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں گلرستِ نعت پیش کیا۔ تقریب کی منظومات کے فرائض یوسفی بلوچ نے احسن انداز میں سرانجام دیے، جبکہ شاہد منیر نے پروگرام کی میزبانی کی۔

حلف برداری

بلوچستان رائیٹرز فورم جو گزشتہ سال کے آخر میں براہوئی زبان کے خلیجداروں کو ایک پلیٹ فارم پر متحد کرنے کے لیے وجود میں آیا۔ کوئٹہ کابینہ سے براہوئی، راور اور پشکو کے ممتاز استاد شعرا عجب خان ساکن نے حلف لیا۔

حلقہ اٹھانے والے سہمیداران:

سرپرست اعلیٰ: صابر ندیم
چیرمین: پروفیسر محمد انور زریب
وائس چیرمین: حیدر عاشق
جنرل سیکرٹری: سارغریز
فنانس سیکرٹری: سلام صائم
آفس سیکرٹری: عمر گل

مجلسِ عاملہ: شاکر ندیم اور اراق نسیم
صدارت: مہمانانِ گرامی اور اہم خطابات
تقریب کی صدارت چیرمین بلوچستان رائیٹرز فورم پروفیسر محمد انور زریب نے کی۔
حیر حاجی، یعقوب لگو (مرکزی رہنما) پیش پائی:

براہوئی اور بلوچی ہماری مادری زبانیں

سلام جاناں پہلنتی، احمد نیم بر شد سار گار (منجگر)،
 راز قیسم (منجگر)، غزل، سنگت نذر
 سیوت ادبی دیوان: ساز غز سر ساری، یوسفی
 بلوچ، شاہد عاجز، حیدر حسرت الطیف شہزاد
 الطیف، باسٹیم سر ساری، ناصر ندیم، صفی
 ساز، سہج سنگت
 شاشاں انجمن شعراء بلوچستان: استاد صابر
 ندیم، حیدر عاشق، بشیر شاد (مستوگ)،
 یاسر ندیم الماسی، ہادیہ ناصر ندیم
 ثلوث ادبی دیوان: نظام ندیری، اسحاق ناز
 چراغ ادبی مجلس: شہزادہ قاسم امیر
 (کاکک)، صادق فراز (کاکک)، عاصم
 عزیز، غلیل راز
 گلدان ادبی مجلس: سلام صابر، ظہور زیب،
 نوید عاجز، واحد بایا، آغا واجدی
 انجمن عابد شال: استاد رشید حسرت،
 چہاز زیب احسن، نصیر احمد گل جی، سعید
 حسرت، بکیر عاقل
 شال ادبی دیوان: انجاز سنگت، سعید ناخ،
 صفی سر باز
 براہوئی قومی قومی مومنٹ (ادبی وگ): طارق
 وسم (مرکزی صدر)
 شیر جان شیریں۔
 جوہر ادبی تنظیم پاکستان: سرفراز ندیم زہری
 سنگت ادبی کاروان: ابرار برکت (چیمہ)
 پروادی پیکاری: خالد ربکانی
 بلوچستان یڈر فاؤنڈیشن (یوان): میر محمد
 بلوچ ادبی دیوان: محمد عاصر سباز، لیلیقت
 حسین مجسمین
 آزاد شعراء: حسن صیاد (چچہ)، منتظر بلوچ،
 طارق، سیر دشت (جلب کندان)
 سائین و معزز زہری: عاصم خان کرد، مقبول
 احمد عبدالملک، راجہ شافیعل، عبداللہ
 عمر فاروق، مہدام حسین، دوست اللہ قلندرانی
 سمیت ادب دوست احباب کی بڑی تعداد
 نے شرکت کی۔

کونڈہ پوستان و سوات علاقہ اڑی سواما کی گزرا ہوا اڑی ٹیکر جزل خانہ رنگ ایران ابان مری واکہ پتر حین پوستان پوستان جازا حرا
سی اسان بیکل، پیران انچف ڈاکو زفت حین پوستان جزی مشاور رشدر حرت کی کتاب آنگولن مش سوات کی رونمانی کرے ہیں

نظم۔۔۔۔۔ ملک جاوید۔ صدر بزم خیال و خامہ پاکستان
صدر تحریک نفاذ اردو کیسلاواہ کینٹ

جانے والے نے مڑ کے ہی دیکھا نہیں
کچھ بھی چھوڑا نہیں ہمارے لیے
پھول کلیوں سے ان آنکلوں میں کہیں
رنگ برنگے پروں کی وہ تھیلیاں ہی نہیں
وہ جن کے پروں میں یادیں سبھی
پیار کی ان کہی باتیں سبھی
میرے ساتھی صنم تم ہی
مزنلوں کی سمت میں دیکھوں کہاں
کوئی چہرہ نہیں کوئی پینا نہیں
جو اس نے کہا تھا ہم سگ ہیں تمہارے
وہ ہی نہیں وہ تھا بھی نہیں
کسی بھی سفر پہ اس کو پایا نہیں
پکارا بہت مگر وہ آیا نہیں
جانے والے نے مڑ کے ہی دیکھا نہیں
کچھ بھی چھوڑا نہیں ہمارے لیے

کھو
کہاں
نہیں
تمہارے
نہیں
نہیں
نہیں
پکارا
نہیں
لے



ممتاز شاعر ادیب پروفیسر رشید حسرت کے شعری مجموع کی تقریب رونمائی

شہر کے پرانے حصے میں ایک انسان سی گلی تھی، جہاں وقت بچے جم رہا تھا۔

گلی کے آخری سرے پر ایک بھاری، زنگ آلود دروازہ کھڑا تھا۔ وہاں ہمیشہ ایک گہری تاریکی میں ڈوبا ہوا۔

تحریروں میں یونان خان سزاوارہ

لوگ سرگوشیوں میں کہتے تھے کہ جو بھی اس دروازے کے اندر گیا، وہاپس لوٹ آیا۔۔۔

مگر گلی وہی نہیں رہا۔

ایک رات باتور نامی نوجوان تجسس اور بے چینی کے بوتھ سے دب کر اس دروازے کے سامنے آکھڑا ہوا۔ وہاں میں ایک عجیب سی کھنکھاتی تھی۔ جیسے اور گرد گرد کوئی ان دیکھے راز سانس لے رہے ہوں۔

اس نے کچھ لمبے وقت کیا۔ پھر دھیرے سے دروازہ کھل دیا۔

اگلے لمبے لمحے وہ ایک ایسے شہر میں کھڑا تھا جو حقیقت سے زیادہ خواب معلوم ہوتا تھا مگر یہ خواب خوبصورت نہیں تھا یہ پراسرار تھا۔

"یہ کتابوں کا شہر" تھا۔

یہاں عمارتیں اینٹوں سے نہیں بلکہ کتابوں کے انبار سے تھیں۔ گلیاں کاغذ کی پرتوں سے بنی ہوئی تھیں اور ہوا میں پرائی سیاحی اور بوسیدہ صفحات کی ملی جلی مہک رہی ہوئی تھی مگر سب سے عجیب بات یہ تھی کہ یہاں ہر غیر معمولی خاموشی کسی خاص خاموشی جو کائناتوں پر نہیں، روح پر بوجھ ڈالتی تھی۔

اچانک کہیں دور سے ایک کتاب زین پر آگری۔

باتور چمک گیا۔

وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھا۔ جیسے ہی اس نے کتاب اٹھائی، صفحات خود بخود پلٹنے

باتور نے بھاگنے کی کوشش کی مگر گلیاں بدل چکی تھیں۔ جو راستہ سنا تھا، اب ایک بھول بھلیاں بن چکا تھا۔ ہر موڑ پر وہی عمارتیں، وہی سایے اور وہی خاموشی اسے گھیر لیتی تھی۔

پھر اس نے دیکھا کہ کتابیں خود بخود کل رہی تھیں اور ان کے اندر سے دھندلے چہرے چھٹک رہے تھے۔

ایسے چہرے جو کسی زمانے میں یہاں آئے تھے۔۔۔ مگر وہاں نہیں جاسکے تھے۔

وہ چیخے:

"وہاں چلے جاؤ۔۔۔ ورنہ تم بھی ایک صفحہ بن جاؤ گے!"

باتور کے قدم لاٹھڑانے لگے۔

اس نے پوری قوت سے دروازے کی طرف دوڑ لگائی۔ پیچھے سرگوشیوں کا شور بڑھتا جا رہا تھا، جیسے الفاظ اس کا ناکہ قرب کر رہے ہوں۔

آخر کار وہ دروازے تک پہنچا اور اسے زور سے کھول دیا۔

وہ باہر آگرا۔

صبح ہو چکی تھی۔

دن کی روشنی میں سب کچھ معمول سا لگ رہا تھا، جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

باتور نے زلزلے سے اٹھنے والی جھٹیلی دیکھی۔

اس پر سیاہی کے لفظ ابھڑ آئے تھے:

"باب اول نہیں ہوا۔۔۔ یہ تو صرف آغاز تھا۔"

اس نے سنا تھا۔

اور اس کے سامنے وہی دروازہ دوبارہ کھڑا تھا۔

مگر اس بار اس پر ایک اینٹوں کا لکھا تھا:

"باتور کی کہانی"

لگے۔ اس کی ساس جیسے دم کی ہو کیونکہ ان
 صفحات پر لکھی تحریر اس کی اپنی زندگی تھی۔
 یہی زندگی جس کے وہ کچھ حصے خود بھی بھول
 چکا تھا۔
 اور پھر آخری سفر ظاہر ہوا۔
 اس پر صرف ایک جملہ لکھا تھا:
 "تم یہاں سے زندہ نہیں جاسکو گے۔"
 باؤر کے ہاتھ لڑنے لگے۔ اس نے کتاب
 بند کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس کے ہاتھوں
 سے جیسے چپک گئی تھی۔ اور رگڑ کے تضاد بے
 لکی۔ کتابیں جو دیواروں میں چلی تھیں، باب
 بٹلنے لگی تھیں جیسے وہ سانس لے رہی ہوں۔
 پھر ایک گرمی سرگوش جیسی آواز گونجی:
 "ہر قادی... آخر کار ایک کہانی بن جاتا
 ہے۔"

غزل۔۔۔۔۔ نرگس ندیم، کوئٹہ

چاک گریہ پر پڑی ہوں آ بنا دے زندگی
پھر اڑا دے خاک میری، چل سزا دے زندگی
کر دیا تیرے حوالے میں نے خود کو اس لئے
اب یہ تجھ پر ہے بنا دے یا مٹا دے زندگی
جا بجا بکھری اداسی کے پلوں کو نوچ کر
گھر کے ہر گوشے میں آ کر پھر سجا دے زندگی
تین بیٹے ایک بیٹی ہیں مری کل کائنات
ان کی خوشبو، روشنی سے جگمگا دے زندگی
جبرکب آسان ہے دشوار ہے سہنا ا سے
بجھ گئے ہیں درد کے شعلے ہوا دے زندگی
آ تجھے چھوڑ آؤں میں گناہیوں کے دشت میں
اے میری خوش فہم! شہرت آ جلا دے زندگی
رقص کرتے ہیں گولے سن کے آہٹ قیاس کی
شور صحرا میں بچا ہے جا مٹا دے زندگی
مخو رقصاں ہر گھڑی ہے موت کی کالی پری
میری دھرتی پر محبت کی صدا دے زندگی
خانماں برباد دنیا سے کنارہ کر لیا
اب صمغ خواہش نہیں ہے موت یا دے زندگی.....



اُن گنت اُن دیکھے رستوں سے گزرتا ہے مجھے
 جب کہیں جا کر سمندر میں اترتا ہے مجھے
 میرے آگن میں بھی اسے قوس قزح اک دن اتر
 زندگی میں ترا اک اک رنگ بھرتا ہے مجھے
 دیکھتا ہوں کیوں گئے بیڑوں کے سایوں کی طرف
 جب سر منزل پہنچ کر غم بھرتا ہے مجھے
 میرے بیڑوں میں جو چھلے ہیں، وہ بے صرف نہیں
 آخر اس صحرا کو بھی سیراب کرتا ہے مجھے
 کب تک آخر میں رہوں گا خود ہی سنا ہوا
 اک نہ اک دن تو بہر صورت بکھرتا ہے مجھے

—
 (عابد بنامادری)

غزل۔۔۔ عجب سائل

چکا تھا۔
اور پھر آخری صفی طاہر ہوا۔
اس پر صرف ایک جملہ لکھا تھا:
"تم یہاں سے زمرہ نہیں جاسکو گے۔"
باتور کے ہاتھ مارنے لگے۔ اس نے کتاب
بندر کرنے کی کوشش کی مگر وہ اس کے ہاتھوں
سے جیسے چپک گئی۔ ارگردی فضا بدلے
لگی۔ کتابیں جو دیواروں میں جھکی تھیں، اب
پلٹنے لگی تھیں جیسے وہ سانس لے رہی ہوں۔
پھر ایک گہری سرگوشی جیسی آواز گونجی:
"ہر قاری... آخر کار ایک کہانی بن جاتا
ہے۔"

